باب 2

فلسفہ اور مذہب (Philosophy and Religion)

انسان کو زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ کسی نہ کسی لائحہ عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ طریقۂ کار، نظم یا لائحہ عمل عظیم ہستیوں کا وضع کردہ ہوتا ہے لیکن بہت سے لوگ اَن دیکھی ہستی یعنی خالقِ کائنات پر یقین رکھتے ہیں، اُسی کے احکامات مانتے ہیں اور پیروی کرتے ہیں۔ خدا کے احکامات، ہدایات اور زندگی گزارنے کے طریقے کو مذہب کہا جاتا ہے۔

مذہب ہمیں خدا کا انسان اور کائنات سے تعلق، ماضی کے واقعات، حال اور مستقبل کے لئے رشد و ہدایات اور اعلیٰ زندگی کا شعور عطا کرتا ہے۔ جس کے مطابق معاشرتی، ثقافتی، معاشی اور اخلاقی مسائل حل کیے جاتے ہیں۔

مذہب کی حقیقت کیا ہے؟ مذہب کیوں ضروری ہے؟ مذہبی قوانین میں کیا حکمت و دانائی پنہاں ہے؟ کیا مذہب لوگوں کی ضرورت ہے؟ کیا مذہب خدا کی طرف سے نازل کردہ احکامات پر مبنی ہوتا ہے یا پھر انسان نے خود ایسے اصول وضع کیے ہیں جنھیں مذہب کا نام دیا جاتا ہے؟ یہ تمام ایسے سوالات ہیں جن کے جواب صرف اور صرف فلسفی ہی دے سکتا ہے۔ ذہن میں پیدا ہونے والے دیگر سوالات کی طرح مذہبی موشگافیاں بھی فلسفے ہی کی مدد سے حل کی جاسکتی ہیں۔ فلسفہ اور مذہب کے عنوان کے تحت وہ تمام موضوعات زیرِ بحث لائے جاسکتے ہیں جو انسان کو خدا اور کائنات سے تعلق پیدا کرنے میں راہیں متعین کرتے ہیں۔ یہ موضوعات ہی خالقِ حقیقی کی ہستی کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ مذہب دراصل وہ لائحہ عمل ہے جس کو اپنا کر انسان ان مسائل کا صحیح اور مناسب حل تلاش کر لیتا ہے جو ہمیشہ اسے فکری اور علمی میدان میں پریشان کئے رکھتے ہیں۔

مشہور فلسفی کانٹ (Kant) کے خیال میں "ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے۔" اس سے مراد یہ کہ ہے تمام اعمال و افعال ایک عظیم ہستی کی رضامندی اور حکم کے مطابق سرانجام دیئے جائیں۔

فریڈرک شیلر (Friedrick Schieler) کے خیال میں "ہر انفرادی شے کو ایک عظیم کل کا جزو سمجھنا اور ہر محدود شے کو لامحدود کا نمائندہ قرار دینا مذہب ہے۔" مذہب کی اس تعریف میں بھی خدا کی بڑائی اور کبریائی کا اقرار کیا گیا ہے اور کائنات کی ہر شے کو اس کا حصہ بتایا گیا ہے۔ ہر شے کو محدود اور خدا کو لامحدود اس کی صفات کی بنا پر کہا گیا ہے۔ "وہ ہر شے پر قادر ہے" کا مفہوم فریڈرک شیلر کی بتائی ہوئی مذہب کی تعریف میں پنہاں ہے۔

ماہرِ نفسیات ہافڈنگ (Hoffding) کے خیال میں "مذہب اقدار کے ثبات کا نام ہے۔" یعنی مذہب بنی نوع انسان کے لیے ہر مستقل مثبت قدر کی ہمیشگی اور دوام کا دوسرا نام ہے۔ مذہب انسانی اقدار کے قیام اور ان کی حقیقت کو پائیدار بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

مشہور مغربی ماہرِ نفسیات و مفکر ولیم جیمز (William James). کا خیال ہے کہ "انفرادی اشخاص کے عالم تنہائی کے وہ

جذبات، اعمال اور تجربات جن کی بابت وہ سمجھیں کہ ان کا رشتہ اس شے سے ہے جسے وہ اپنی دانست میں خدا کہتے ہیں، مذہب کہلاتے ہیں۔"

پروفیسر وائٹ ہیڈ (Whitehead) نے ایک جگہ غور وفکر کے حوالے سے لکھا کہ "انسان جو کچھ اپنی ذات کی تنہائی میں کرتا ہے وہ مذہب ہے۔" اور اسی طرح دوسری جگہ وائٹ ہیڈ نے لکھا ہے کہ "مذہب عقیدہ اور ایمان کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔" مزید یہ کہ "مذہب عالمگیر وفا شعاری کا نام ہے۔"

پروفیسر وائٹ ہیڈ کی مندرجہ بالا تینوں تعریفوں میں انسان کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ مذہب کو ماننے والے کی نیت اور اس کے پاک عقیدے کا ذکر کیا گیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مذہب بندے اور خدا کے آپس میں تعلق سے متعلق عقیدے کا نام ہے۔ اس میں نیک نیتی اور خلوص دل سے بندہ اپنے خدا سے تعلق پیدا کرتا ہے۔

مذہب ایک ایسی ان دیکھی ہستی پر مکمل یقین اور اعتماد کا نام ہے جو ہر شے کی خالق و مالک ہے اور پھر مذہب کو ماننے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ہستی کو اپنی مشکلات کا مداوا اور عظیم ہستی سمجھے۔ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور اس کی خوشنودی اور رضا کے مطابق اپنی زندگی ڈھالے۔

ابتدائے زمانہ ہی سے انسان کو مذہب کی ضرورت رہی ہے۔ وہ ہمیشہ سے مذہب کا محتاج رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایمان اور عقیدہ کی نوعیت بدلتی رہی ہے۔ دنیوی علوم انسان کو عقلی موشگافیاں اور جدید سے جدید تر نظریات مہیا کرتے ہیں لیکن قلبی سکون اور اطمینان مذہب کی راہوں پر چل کر ہی حاصل ہوتا ہے۔ مذہبی تجربہ انسان کو ایک ایسی دنیا سے روشناس کراتا ہے جہاں انسانی عقل پہنچ نہیں سکتی۔

ہافڈنگ کا کہنا ہے کہ "انسان کا ایک ایسی قوت پر ایمان جو خارج میں اپنا وجود رکھتی ہے، کے ذریعے وہ اپنے جذباتی تقاضوں کی تسکین اور زندگی کا استحکام چاہتا ہے اور وہ اپنے اس ایمان کا مظاہرہ عبادت سے کرتا ہے۔"

ہافڈنگ کے خیال میں یہ بات پنہاں ہے کہ ایک ہستی ایسی موجود ہے جس سے انسان اپنا جذباتی رشتہ جوڑتا ہے۔ اسی کے سامنے جھکتا اور اسی سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دعا اور عبادت و پرستش کا سہارا لیتا ہے۔ انسان جب مذہبی عقیدے کو اپناتا ہے تو قدرتی طور پر جذباتی لگاؤ، تمام تر دلچسپیاں، ارادے، خواہشات اور سوچ بچار ایک خاص سمت میں ڈھل جاتی ہیں۔ انسان ہر لمحہ عقیدے کے لیے زندہ رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی ایک برتر ہستی کی دی ہوئی ہے۔ وقت آنے پر ضرورت کے تحت جس پر خود کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ہمیں اس عظیم ہستی یعنی خدا کا شعور مذہب سے حاصل ہوتا ہے۔ خدا کا مکمل شعور حاصل کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے لیکن اسی کے احکامات اور فرمودات پر کاربند ہو کر انسان ایک مخصوص طرز حیات کو اپنا لیتا ہے۔ انسان محدود ہے اور خدا لامحدود ہے اس لیے لامحدود کی صفات کو کوئی محدود شے مکمل طور پر پا نہیں سکتی لیکن اس پر اعتقاد، اعتماد اور بھروسہ کرنا ہی اس کو جاننا ہے اور یہی صحیح راستہ ہے جسے مذہبی راستہ کہا جاتا ہے جو کہ نجات اور فلاح کی راہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب خوف کا نتیجہ ہے یعنی مختلف آفاقی مشکلات انسان کو خوفزدہ کر دیتی ہیں۔ بعض حوادث ایسے

ہوتے ہیں جن کے اسباب کا انسان کو پتہ نہیں چلتا مثلاً بجلی کی کڑک، بادلوں کی گرج، طوفانِ باد و باراں، زلزلے، وبائی امراض اور ناگہانی مشکلات سے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ بڑی بڑی طاقتیں ہیں جو دکھائی نہیں دیتیں۔ اس طرح خوفزدہ انسان کے دل میں مذہب کا تصور ابھرتا ہے۔

بعض کا یہ کہنا ہے کہ حیرت و استعجاب سے مذہب کی ابتدا ہوئی ہے۔ بلند پہاڑ، عجیب وغریب نظارے اور انسان کو بے بس کرنے والے واقعات اسے حیرت میں ڈال دیتے ہیں جس سے اس کے ذہن میں مذہب کا تصور جنم لیتا ہے۔

انسان ان آفاقی مشکلات، بے بس کردینے والے واقعات، وبائی امراض اور ناگہانی مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے دعائیں مانگتا ہے۔ اس طرح اس کے ذہن میں خدا اور دیوی دیوتاؤں کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

جدید مفکر شوپنہار (Schopenhauer) کا کہنا ہے کہ "مذہب موت کے تصور سے پیدا ہوتا ہے۔" جبکہ برگساں (Bergsan) کا خیال ہے کہ "جب عقل نے کہا کہ مرگ ناگزیر ہے تو فطرت نے ایک مدافعانہ ردعمل اختیار کیا۔ اسی کا نام مذہب ہے۔"

حقیقت میں مذہب ایک مقدس راستے پر چلنے کا عمل ہے۔ جس شے کو انسان بلند ترین قرار دے اس سے تعلق کا نام مذہب ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذہب انسان کے لیے ایک ایسا سہارا ہے جس کی مدد سے وہ رنج والم سے نجات حاصل کرتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے۔ مذہب انسانی زندگی کو باضابطہ بناتا ہے۔ بے ترتیب اور بے ہنگم مصروفیات کو ترتیب دیتا ہے۔ انسان اس طرح اطمینان قلب سے ہر لحہ اپنے آپ کو اس ہستی کی خوشنودی کے لیے وقف کر دیتا ہے جو سب کچھ عطا کرتی ہے۔ مذہب کی مدد سے وہ ہر دن کا آغاز خدا کو اپنا ہمدرد اور مددگار تصور کرتے ہوئے کرتا ہے۔

مذہب ہی انسان کو سکھاتا ہے کہ ایک ایسی عظیم ہستی پر یقین قائم کیا جائے جو اس کی دعاؤں کو سنتا ہے اور مشکلات کو حل کرتا ہے۔ دعا سے انسان اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور ہر دعا میں ایک ایسی ہستی سے مانگنے کا تصور پایا جاتا ہے جو اعلیٰ و برتر ہے جسے خدا کہتے ہیں۔

علامہ محمد اقبالؒ کے خیال میں انسانی روح حقیقتِ مطلقہ سے گہرا رابطہ چاہتی ہے۔ یہ رابطہ عقل سے نہیں بلکہ خدا پر ایمان اور دعا سے پیدا ہوتا ہے۔ دعا سے روح کے اندر روشنی اور قوت کا احساس ابھرتا ہے۔ انسان کا اعتماد بحال ہوتا ہے۔

عقل انسان کو استدلال، سوچ و بچار اور تفکرات کی دنیا میں لے جاتی ہے جبکہ مذہب اسے ایمان کی روشنی دیتا ہے جس میں عقلیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ وائٹ ہیڈ (Whitehead) کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں مذہب کا زور ہوتا ہے اس دور میں عقلیت کا بھی زور ہوتا ہے۔ اس کی اہم وجوہات ہیں۔ مثلاً جب لوگ اپنے ذہنی اعمال خصوصاً اعتقادات، جذبات، ارادے اور احساسات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف مذہب بغیر کسی دلیل کے اعتقادات اور جذبات کے تجربے پر زیادہ اصرار کرتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ جس زمانے میں عقلیت اپنے عروج پر ہوتی ہے اس زمانے میں مذہب کا بھی زور ہوتا ہے۔

مذہب اور اخلاقیات میں تعلق (Relation Between Religion and Ethics)

عقل ہمیشہ تجزیہ اور تحلیل سے فکری مسائل کا حل چاہتی ہے لیکن مذہب میں ہر بات کا تجزیہ کرنے کے بجائے ایمان پر زور دیا جاتا ہے۔ خیر وشر کے معاملات کی وضاحت مذہب میں تلاش کی جاسکتی ہے۔ مذہب اور اخلاقیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ انسان مذہب کی مدد سے زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے جو لائحہ عمل تیار کرتا ہے اسے اخلاقیات کہتے ہیں۔

فلسفہ اور مذہب کے اہم موضوعات/ سوالات اور ان کا حل

فلسفہ سوچ و فکر کا نام ہے، جبکہ مذہب انسان اور خدا کا آپس میں تعلق ایمان کے ذریعے قائم کرنے کا ہے۔ دونوں میں متعدد موضوعات مشترک ہیں اور چند ایک نکات پر اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

فلسفہ اور مذہب میں پائے جانے والے مشترک موضوعات یا سوالات میں سب سے اہم یہ ہیں۔ یہ کائنات کیا ہے؟ اور اس کا خالق کون ہے؟ فلسفے میں تکوین کائنات کی وجہ عقل و دلیل سے تلاش کی جاتی ہے اور تخلیق کرنے کی علت ہی اس کی حقیقت ہے۔ جبکہ مذہب دلیل و استدلال کے بجائے بلاواسطہ کائنات کی تخلیق کی وجہ یعنی خالق کائنات صرف اور صرف خدا کو مانتا ہے۔

چینی، ہندی، مصری، ایرانی، یونانی اور جدید فلسفہ میں خدا کے وجود کے متعدد دلائل دیئے گئے ہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے انداز سے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ مسلم فلسفیوں نے بھی فلسفیانہ انداز سے خدا کی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ حقیقتاً خدا کو دلائل سے ثابت کرنا خود تردیدی مفروضے قائم کرنے کے مترادف ہے۔ خدا کے تصور کا تعلق صرف اور صرف ایمان سے ہے۔ جب انسان بغیر دلیل کے مذہب کی روشنی میں خدا کو مان لیتا ہے تو پھر تمام عقلی بحثیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفے کو مذہب کے مقابل کھڑا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مذہب خیر کل اور حقیقت اولیٰ کی صفات والی ہستی کو خدا کہتا ہے جسے فلسفیانہ افکار کی کسوٹی پر پرکھا نہیں جاسکتا۔

خالق کائنات فلسفہ اور مذہب کا مشترک موضوع ضرور ہے لیکن اس تک پہنچنے کا طریق کار مختلف ہے۔

فلسفہ اور مذہب دونوں انسان کو علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ علم کیسے حاصل کرنا چاہیے؟ علم کیا ہے؟ علم کے مآخذ کون کون سے ہیں؟ علم کی حقیقت کیا ہے؟ فلسفہ اور مذہب میں علم سے متعلق یہ تمام سوالات مشترک ہیں لیکن دونوں میں علم حاصل کرنے اور علم کی حدود مختلف ہیں۔ فلسفے میں بنیادی طور پر عقل، دلیل، استدلال اور سوچ و بچار سے علم حاصل کیا جاتا ہے جبکہ مذہب میں علم وجدان اور الہام سے حاصل کیا جاتا ہے۔ فلسفہ غیر حتمی اور مشروط علم تک پہنچتا ہے جبکہ مذہب حتمی علم فراہم کرنے کا دعوے دار ہے اور اس کی بنیاد ایمان، اعتقاد، وجدان اور وحی پر ہوتی ہے۔

انسان کی ابتدا کیسے ہوئی؟ انتہا کیا ہے اور یہ کائنات کیا ہے؟ فلسفہ اور مذہب دونوں کے اہم سوالات ہیں۔ فلسفہ عقلی بنیادوں پر طبیعیات، کیمیا اور حیاتیات کی مدد سے انسان کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتا ہے جبکہ مذہب خدا کے فرمان اور ایمان و یقین کے مراحل طے کرتا ہوا انسان سے متعلق تمام سوالات کے جواب مہیا کرتا ہے۔

چند اور سوالات مثلاً خدا اور انسان کا باہمی رشتہ کیا ہے؟ کائنات اور خدا کا کیا تعلق ہے؟ بھی فلسفہ اور مذہب ہی کے سوالات ہیں۔ انسان، کائنات اور خدا ایسے تصورات ہیں جن کے بارے میں فلسفے میں عقلی دلائل سے بحث کی جاتی ہے۔ جبکہ مذہب خدائی احکام، فرمان اور کلام سے ان سوالات کے جواب فراہم کرتا ہے۔

روح کیا ہے؟ فلسفہ کے اکثر مکاتب فکر میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔قرآن میں روح کوامر ربی کہا گیا ہے یعنی خدا کا حکم ۔ آزادئ ارادہ کیا ہے؟ کیا مخلوق خصوصاً انسان آزاد ہے یا مجبورِ محض؟ اور اگر مجبور ہے تو کن بنیادوں پر؟ کبھی فلسفہ مذہب کے زیر اثر رہا ہے اور کبھی فلسفہ مذہب سے آزاد ہو جاتا ہے۔ بعض قوموں اور ادوار میں مذہبی مسائل پر گفتگو کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن اس کے باوجود فکری سطح پر مذہب کے بارے میں فلسفیانہ مباحث جاری رہیں۔ اسلام کے عروج کے زمانے میں اشاعرہ، معتزلہ، ابن رشد، ابن سینا، امام الغزالی اور ابن خلدون وغیرہ مذہب کے مختلف موضوعات و مسائل کا فکری اور تنقیدی تجزیہ کرتے رہے ہیں۔ جدید دور کے مفکرین کا بھی یہی نقطہ نظر ہے کہ مذہب کی حکمت جاننا ضروری ہے۔

مذہب اور فلسفہ میں فرق (Difference Between Religion and Philosophy)

فلسفہ ذہنوں کو جلا بخشتا ہے۔ زندگی کے مختلف النوع مسائل کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ میتھیو آرنلڈ (Mathew Arnold) کے خیال کے مطابق مذہب جذبات آمیز اخلاق کا نام ہے۔ اسی طرح ایچ۔ ایچ۔ ٹائٹس (H.H. Titus) کا نقطہ نظر ہے کہ "بغیر مذہب کے اخلاقیات گرمی عمل سے نا آشنا رہتی ہے اور سرد پڑ جاتی ہے۔ جب مذہب کا اخلاقی اغراض سے کوئی واسطہ نہ رہے تو وہ بداخلاقی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اپنی بہت کچھ اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔"

مذہب اور فلسفہ ایک دوسرے سے منسلک اور مربوط ہونے کے باوجود بعض مقامات پر اختلافات بھی رکھتے ہیں ۔ انہی اختلافات کی بنا پر مذہب کی اپنی خصوصی اور اہم شناخت ہوتی ہے۔ یہ شناخت ہی مذہب کو فلسفے سے الگ نظام میں تقسیم کر دیتی ہے۔ مذہب اور فلسفہ میں اختلاف درج ذیل چند نکات پر پایا جاتا ہے:

1- نظری اور عملی فرق: ۔ فلسفہ خالصتاً نظری علم ہوتا ہے۔ فلسفے میں تفکرات اور نظریات بیان کئے جاتے ہیں جبکہ مذہب میں نظریہ کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ عمل کے بغیر مذہبی نظریات اور تفکرات کی کوئی الگ حیثیت نہیں۔ خدا پر ایمان لانا اور اس کے احکامات کو ماننا مذہب کا اہم مسئلہ ہے۔ جس سے انسان کی حقیقی فلاح اور مسرت کا حصول ہوتا ہے۔

2- فرائض کی ادائیگی: ۔ فلسفہ میں تجزیہ و ترکیب کے ذریعے جدید افکار پیدا ہوتے رہتے ہیں، اس میں انسان پر کسی قسم کے فرائض لاگو نہیں ہوتے لیکن مذہب میں فرائض ادا کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے۔ مذہبی فرائض خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے لازمی ہیں جبکہ فلسفہ میں ایسی کوئی صورت حال نہیں ہوتی۔ مذہب میں احساسات اور جذبات کا بے حد عمل دخل ہوتا ہے جن کی بنا پر فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ انسان ایسا کر کے اپنے آپ کو بہتر اور محفوظ محسوس کرتا ہے۔

3- مرکزی حیثیت: ۔ مذہب میں مرکزی حیثیت خدا کو حاصل ہوتی ہے۔ خدا کے دیئے ہوئے احکامات اور ہدایات پر عمل کیا جاتا ہے لیکن فلسفہ میں مرکزی حیثیت فلسفیانہ استدلال کو حاصل ہوتی ہے۔ فلسفیانہ افکار سے مزید افکار جنم لیتے ہیں۔ اس میں کسی

کے احکامات پر عمل کرنے کی تلقین نہیں کی جاتی۔

4- یک رنگی:۔ مذہبی احکامات صرف ایک ہی انداز کے ہوتے ہیں یعنی کسی ایک موضوع پر ایک ہی نقطہ نظر بیان کیا جاتا ہے۔ اس کو صرف ماننا ہوتا ہے۔ رڈ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا لیکن فلسفہ میں ایک ہی موضوع پر مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک فکر کو رڈ کر کے نیا فکر پیش کر دیا جاتا ہے، اس طرح بعض اوقات ایک ہی عنوان یا موضوع کو مختلف فلسفیوں نے بیک وقت مختلف انداز میں الگ الگ بیان کیا ہے جبکہ مذہب میں افکار کی یک رنگی پائی جاتی ہے۔ ایک مذہبی فکر یا حکم جب خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے تو پھر اس میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ اس کو سمجھنے میں اپنی اپنی عقل کے مطابق انسان مختلف انداز اپنا سکتے ہیں لیکن خدا کے حکم کو تبدیل یا رڈ نہیں کر سکتے۔

5- انحصار:۔ فلسفہ کے افکار کا انحصار کلی طور پر عقل و استدلال پر ہوتا ہے جبکہ مذہب کا انحصار وحی پر ہے۔ عقل اور وحی دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ وحی پیغمبر پر خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے لیکن عقلی استدلال انسانی تفکر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

6- ایمان:۔ مذہب ایمان محکم پر مبنی ہوتا ہے جبکہ فلسفہ جائزہ، تجزیہ، ظن و تخمین اور سوچ و بچار پر منحصر ہوتا ہے۔

7- تسلیم و رضا:۔ مذہب میں وحی سے حاصل شدہ احکامات کی صداقت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جبکہ فلسفہ عقل کے ذریعے قائم کردہ افکار کا تجزیہ کرتا ہے اور تنقید کر کے رڈ و قبول کے عمل سے گزارتا ہے۔ اس کی صداقت اور حقیقت کی تصدیق کرتا ہے یا تردید۔

8- روحانی پہلو:۔ مذہب میں انسان اور کائنات کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں پر زور دیا جاتا ہے کیونکہ اخلاقی احکامات پر عمل کر کے انسان روحانی میدان میں آسودگی حاصل کرتا ہے۔ اُسے اطمینان قلب اور سکون میسر آتا ہے جبکہ فلسفہ میں تشکیک کو اپنایا جاتا ہے۔ عقل و دانش کی بنیاد پر فلسفیانہ افکار قائم کیے جاتے ہیں اور ان کی عقلی توجیہات پیش کی جاتی ہیں۔

9- جذبات و احساسات:۔ مذہبی احکامات میں جذبات و احساسات کا بے حد عمل دخل ہوتا ہے۔ خدا پر ایمان اور اس کی خوشنودی و رضا مندی کے لئے عبادات میں مذہبی جذبات کا اہم کردار ہوتا ہے۔ جذبات و احساسات کی تسکین ہوتی ہے۔ لیکن فلسفہ میں افکار و نظریات کو عقلی استدلال پر پرکھا جاتا ہے۔ اس میں کسی کی خوشنودی یا جذبات کی تسکین درکار نہیں ہوتی۔

10- اساس:۔ مذہب کی اساس بعض نظریات و عقائد پر ہوتی ہے۔ انہی پر مذہب کی پوری عمارت تعمیر کی جاتی ہے جبکہ فلسفہ میں ایسا نہیں ہوتا۔ فلسفہ کسی بھی نقطہ نظر کو محض فرض کر کے آگے نہیں بڑھاتا۔ بغیر عقلی دلائل اور شواہد کے کسی فکر کو تسلیم نہیں کرتا۔ یعنی مذہب اور فلسفہ دونوں کی اساس یا بنیاد میں فرق ہے۔

11- ہم آہنگی:۔ کائنات میں پائی جانے والی ہم آہنگی کو مذہب واضح کرتا ہے جبکہ فلسفہ کائنات میں موجود تضادات سے حقائق کا پتہ لگاتا ہے۔ اس طرح فلسفہ میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔

علامہ محمد اقبالؒ کا تصورِ مذہبی شعور

علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے فلسفیانہ افکار میں مذہبی شعور کا تصور پیش کیا ہے۔ جس کی تین سطحیں بیان کی گئی ہیں۔

1:۔ اعتقاد (Belief)

2:۔ تفکر (Thought)

3:۔ معرفت (Discovery)

1-اعتقاد:۔ علامہ محمد اقبالؒ کے تصور مذہبی شعور کی پہلی سطح اعتقاد بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہ مذہب کو جاننے کی بنیادی سطح ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اعتقادات کے ظاہری پہلوؤں کو مذہبی شعور کی بنیادی اور پہلی سطح اس لئے کہا ہے کیونکہ مذہب میں فرض کو فرض سمجھ کر ادا کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو صرف اور صرف عقیدہ کی سطح تک ہی رہتے ہیں۔ ہر حالت میں عبادات سے متعلق احکام کو پورا کرتے ہیں۔توحید، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو اپنانے کی عملی کوشش کرتے ہیں۔ خشوع وخضوع کے ساتھ اعتقاد کے تمام مراحل کو اپناتے ہیں۔ ان کے بارے میں سوچ وبچار یا سوالات نہیں کرتے کیونکہ ان کی اپنی سطح صرف اور صرف اعتقاد تک ہی محدود ہوتی ہے۔ بعض اوقات اگر کوئی دوسرا سوالات اٹھائے تو اس کو بھی نہیں مانتے، وہ اپنی دھن میں مگن اعتقاد کے مطابق زندگی گزارتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مذہبی معاملات میں عقلی دلائل سے کام لینا اور ان کے بارے میں سوالات کرنا گمراہی ہے۔ چنانچہ ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً نماز کے قائم کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں بار ہا تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے اس پر یہ سوچنا کہ نماز کیوں پڑھی جائے، ان کے نزدیک بے سود ہے۔ صرف اس حکم کو مانا جاتا ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے اور جان بوجھ کر نماز ترک نہ کی جائے۔

2- تفکر:۔ علامہ محمد اقبالؒ کے خیال کے مطابق مذہبی شعور کی دوسری سطح تفکر کی ہے۔ اہل دانش اور فلسفی حضرات مذہبی احکام اور عقائد کی حکمت جاننا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مذہب کا کوئی حکم بغیر حکمت ودانائی نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ کوئی حکم کیوں نافذ کیا گیا ہے؟ اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کیا ہے؟ اس کی غرض وغایت کیا ہے؟ عقائد کے بعد دوسری اہم سطح تفکر یعنی سوچ وبچار اور عقل ودانش کی ہے۔ مذہبی عقائد کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ قرآنی آیات واحکام کی تشریح کی جاتی ہے۔ تفاسیر لکھی جاتی ہیں۔ خطبات دیئے جاتے ہیں۔ مختلف مثالوں سے مذہبی عقائد واحکامات کی وضاحت کی جاتی ہے۔ مذہبی شعور کے بغیر مذہب کی حقیقت کا پتا نہیں چل سکتا۔ اندھے اعتقاد سے آگے بڑھ کر سوچ وبچار تک پہنچا جاتا ہے۔ سوچ وبچار ہی سے انسانی علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ محض لکیر کا فقیر نہیں بنا جاتا بلکہ مذہبی شعور کی دی ہوئی حقیقتوں کا صحیح انداز سے اعلیٰ سطح پر ادراک حاصل کیا جاتا ہے۔

تفکر کی اس سطح پر انسان جملہ شرعی احکام اور نظام کے ساتھ عقیدے کا ربط وتعلق معلوم کرتا ہے۔ لیکن اس میں ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ غور وفکر کرتے ہوئے اصل عقیدے سے نہ ہٹا جائے۔ مبادا عقلی بنیادیں تلاش کرتے ہوئے کہیں موضوع یا خدائی حکم کی بنیاد نہ بدل جائے۔ اس لئے مذہبی شعور کی اس دوسری سطح پر انسان کو مذہبی احکامات کو جاننے کے لئے بڑی سمجھ داری

اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

3- **معرفت:**۔ علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک مذہبی شعور کی تیسری اہم سطح معرفت یا انکشاف کی ہے۔ اس سطح پر انسان باطنی روشنی اور احساسِ طمانیت حاصل کرتا ہے کیونکہ اس کی اساس روحانی تجربے پر ہوتی ہے۔ جب انسان اعتقاد کی سطح کے بعد تفکر سے آگے گزر جاتا ہے تو وہ خدا کو پالیتا ہے۔ اسے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہی مذہبی انسان کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔ معرفت یا کشف کی سطح صوفیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔

فلسفے کی حاصل کردہ فکری اساس مذہبی بصیرت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر انسان خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتا ہے لیکن جب وہ معرفت اور کشف پاتا ہے۔ خدا کی قدرت کو قریب سے دیکھتا ہے۔ اس کا اعتقاد بھی پختہ ہوتا ہے اور یقین بھی کامل ہو جاتا ہے۔ یہی مذہبی شعور کی تیسری اہم اور خصوصی سطح ہے جو معرفت الٰہی اور الوہی حقائق کا پتہ دیتی ہے۔

علامہ محمد اقبالؒ نے ایک عارف وزاہد کا قول بیان کیا ہے کہ قرآن کی تلاوت یوں کرو جیسے یہ خود تم پر نازل ہو رہا ہے۔ لیکن یہ منزل ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی صرف خدا کے خاص بندوں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔

فلسفہ صرف سوچ بچار کا نام لینا ہی نہیں بلکہ یہ زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق علوم سے تعلق بھی پیدا کرتا ہے۔ چونکہ فلسفیانہ بنیادیں عقلی ہوتی ہیں۔ اس لیے اس میں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ سوچ و بچار، حکمت ودانائی اور فلسفیانہ طریق کار ہی سے سمجھے جاسکتے ہیں۔ چونکہ مذہب کی بنیاد وحی اور فلسفہ عقلی استدلال پر مبنی ہے اس لئے اس اہم فرق کی بنا پر دونوں میں اختلاف فطری ہے اور دونوں کی الگ الگ شناخت کا باعث ہے۔ مذہب کا آخری اور اعلیٰ سطح کا ماخذ علم وحی ہے۔ اس طرح فلسفہ ادراک، عقلیت اور تجربیت کی راہ اپناتا ہے جبکہ مذہب وجدان اور وحی کے ذریعہ معرفت اور انکشاف کی منازل طے کرتا ہوا نئے اسرار منکشف کرتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ عام شخص کی نسبت فلسفی مذہب کا شعور بہتر طور پر کر سکتا ہے۔ انکشاف اور معرفت کی سطح تک پہنچنے کے لئے پہلی دو سطحوں عقیدہ اور تفکر سے لازمی گزرنا پڑتا ہے۔ کوئی صوفی اگر عقیدہ اور تفکر نہیں رکھتا، وہ معرفت تک نہیں پہنچ سکتا یہ بات ہمیں فلسفیانہ غور وفکر سے ہی معلوم ہوتی ہے۔

سوالات

انشائی طرز (Subjective Type)

1:۔ مذہب سے کیا مراد ہے؟

2:۔ فلسفہ اور مذہب میں کیا مشترک ہے؟

3:۔ فلسفہ اور مذہب کا آپس میں فرق بیان کریں۔

4:۔ علامہ محمد اقبالؒ کا تصور مذہبی شعور واضح کریں۔

معروضی طرز (Objective Type)

سوال 1:۔ مناسب اور ضروری اصطلاحات یا الفاظ سے خالی جگہ پر کریں۔

1:۔ علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک مذہبی شعور کی دوسری سطح .... ہے۔

2:۔ علامہ محمد اقبالؒ کے خیال میں مذہبی شعور کی تیسری سطح .... ہے۔

3:۔ علامہ محمد اقبالؒ کے خیال میں مذہبی شعور کی پہلی سطح .... ہے۔

4:۔ ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے'' یہ خیال مشہور فلسفی .... کا ہے۔

5:۔ ''مذہب اقدار کے ثبات کا نام ہے۔'' یہ ماہر نفسیات .... کا خیال ہے۔

6:۔ شوپنہار کا خیال ہے کہ مذہب .... کے تصور سے پیدا ہوتا ہے۔

7:۔ ''بغیر مذہب کے اخلاقیات گرمی عمل سے نا آشنا رہتی ہے'' یہ .... کا نقطہ نظر ہے۔

8:۔ فلسفے کا انحصار کلی طور پر عقل و استدلال اور مذہب کا انحصار .... پر ہے۔

9:۔ ''انسان جو کچھ اپنی تنہائی میں کرتا ہے وہ مذہب ہے'' یہ خیال .... کا ہے۔

10:۔ جس دور میں مذہب کا زور ہوتا ہے اس میں عقلیت کا زور بھی ہوتا ہے۔'' یہ خیال .... کا ہے۔

سوال 2:۔ ذیل میں سوالات کے ممکنہ جواب دیئے ہوئے ہیں صحیح جواب کی نشاندہی کریں۔

1:۔ خدا کے احکامات، ہدایات اور زندگی کے لائحہ عمل کو کہا جاتا ہے۔

1۔فلسفہ 2۔مذہب 3۔قانون 4۔کائنات

2:۔ یہ کس نے کہا تھا۔ ''ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے۔''

1۔برگساں 2۔علامہ اقبالؒ 3۔امام الغزالیؒ 4۔کانٹ

3:۔ یہ کس فلسفی نے کہا تھا۔ ''ہر انفرادی شے کو ایک عظیم کل کا جزو سمجھنا اور ہر محدود شے کو لامحدود کا نمائندہ قرار دینا مذہب ہے۔''

1۔فریڈرک شیلر 2۔الکندی 3۔کانٹ 4۔افلاطون

4:۔ ''مذہب اقدار کے ثبات کا نام ہے۔'' یہ کس کا نقطہ نظر ہے۔

1۔ہافڈنگ 2۔ارسطو 3۔علامہ محمد اقبالؒ 4۔یا کوئی نہیں

5:۔ ''مذہب عقیدہ کی اس قوت کا نام ہے۔ جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔'' یہ کس کا خیال ہے۔

1۔جان لاک 2۔ہیگل 3۔وائٹ ہیڈ 4۔الفارابی

6:۔ وائٹ ہیڈ کے خیال میں جس زمانے میں مذہب کا زور ہوتا ہے۔ تو اس زمانے میں مزید کس کا زور ہوتا ہے۔

1۔عقلیت 2۔تجربیت 3۔خاموشی 4۔جذبات

7:- عقل تجزیہ اور تحلیل سے کام لیتی ہے لیکن مذہب میں تجزیہ کے بجائے ہوتا ہے۔

1۔ایمان 2۔اقدار 3۔اخلاق 4۔دلیل

8:- فلسفہ اور مذہب دونوں میں بعض جگہ پایا جاتا ہے۔

1۔فرق 2۔وجدان 3۔آزادی 4۔کچھ نہیں

9:- فلسفہ اور مذہب کے درمیان جہاں فرق پایا جاتا ہے۔ وہاں دونوں میں بعض موضوعات ہوتے ہیں۔

1۔مشترک 2۔اعتقادات 3۔حتمی علوم 4۔تخلیقات

10:- علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ مذہبی شعور کی سطحیں ہیں۔

1۔ایک 2۔دو 3۔تین 4۔چار

سوال3: کالم ''الف'' اور کالم ''ب'' میں دیئے گئے الفاظ میں مطابقت پیدا کر کے جواب کالم ''ج'' میں درج کریں۔

کالم ''الف''	کالم ''ب''	کالم ''ج''
☆ مذہب	کا نام ہے۔	
☆ خدا کا تعلق	سمجھنا مذہب ہے۔	
☆ مذہب اقدار کے ثبات	زندگی کا لائحہ عمل ہے۔	
☆ ہر فریضہ کو خدائی حکم	عقلیت کا بھی زور ہوتا ہے۔	
☆ مذہب کا زور ہو تو	انسان اور کائنات سے۔	
☆ روح	کی تین سطحیں ہیں۔	
☆ مذہب اور فلسفہ میں	کو انکشاف کہتے ہیں۔	
☆ علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ مذہبی شعور	امرِ ربی ہے۔	
☆ معرفت	تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔	
☆ خدا کے حکم کو	فرق بھی پایا جاتا ہے۔	